سلے ہوئے کپڑے پہن لے۔ اب حاجی حلال ہوگیا، اس پر اس کی عورت کے علاوہ باقی احرام کی منع کی ہوئی چیزیں حلال ہوگئیں۔

طوافِ زیارت اور سعی

دسویں ذی الحجہ کو منیٰ کے تینوں کام (۱) کنکری مارنے (۲) قربانی کرنے (۳) بال منڈوانے سے فارغ ہوکر غسل اور طہارت کے بعد روزمرہ کے اپنے کپڑوں میں مکہ جاکر بیت اللہ کا طواف کریں اور صفا و مروہ کی سعی کریں۔ اب حج کے تمام ارکان ادا ہوگئے۔

منیٰ میں رات گزارنا

دسویں ذی الحجہ سے تیرھویں ذی الحجہ تک حاجی کو منیٰ میں رات گزارنی چاہیئے۔ جو حاجی بارہ ذی الحجہ کو منیٰ سے واپس جانا چاہیں، ان کے لئے اجازت ہے۔

تینوں شیطانوں یعنی جمرات کو کنکری مارنا

۱۱-۱۲-۱۳ ذی الحجہ کو روزانہ آفتاب ڈھل جانے کے بعد تینوں جمرات کو سات سات کنکری ماری جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چھوٹے جمرہ کو سات کنکری ماری جائے، پھر درمیانی جمرہ کو سات، اور پھر بڑے جمرہ کو سات کنکری ماری جائے۔
اسی طرح گیارہ اور بارہ ذی الحجہ دونوں دن کنکریاں مارنا ضروری ہے۔ اگر موقع وفرصت ہو تو افضل ہے کہ ۱۳ ذی الحجہ کو بھی اسی طرح کنکری ماری جائے۔

طوافِ وداع

حج سے فارغ ہوکر حاجی جب اپنے گھر جانا چاہے تو اسے چاہیئے کہ مکہ چھوڑنے سے قبل طوافِ وداع کرے۔ یہ طواف عام طوافوں کی طرح کرے، صرف نیت الوداع کی کرے۔

مسجدِ نبویؐ کی زیارت

مدینہ منورہ کی زیارت نہ حج کا رکن ہے، نہ اس کا جزو! بلکہ محض مسجدِ نبویؐ میں نماز ادا کرنے کا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ جانا چاہیئے۔ مسجدِ نبویؐ کے ایک کنارے میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھی ہے، اس لئے اس کی مسنون زیارت بھی کرلینی چاہیئے اور قبر شریف کے سامنے کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا چاہیئے۔

محترمہ ثریا بتول سپرا گیلانی
قسط ۳ (آخری)

عائلی زندگی اور مسلمان بیوی کے فرائض

ازدواجی امور میں فرمانبرداری

اسی طرح ازدواجی امور میں بھی مرد کی فرمانبرداری لازم ہے۔ بظاہر تو یہ ایک دنیاوی امر ہے مگر شریعت کا یہی حکم ہے کہ جونہی مرد بلائے، عورت قبول کرے اور اگر اس سلسلہ میں حکم نہ بجالائے گی تو گنہگار ہوگی۔ مرد جب جذبات سے مغلوب ہے اور عورت حکم عدولی کرتی ہے، اس عالم میں عین ممکن ہے کہ مرد کوئی غلط اور ناجائز کام کر بیٹھے۔ عورتوں کا جنسی معاملات میں اطاعت سے انکار اخلاقی مفاسد پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہے، اس لیے طبی مصالح کے علاوہ عورت کو حاضرِ خدمت رہنا ضروری ہے۔ ارشاداتِ نبویؐ پیشِ خدمت ہیں:

"لا تصوم المرأة وبعلها شاهدٌ الا باذنه" (بخاری)

"شوہر موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر عورت نفلی روزہ نہ رکھے"

"شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (بغیر کسی معقول وجہ کے) آنے سے انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں" (بخاری و مسلم)

"شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو وہ فوراً حاضر ہو جائے، گو وہ تنور پر بیٹھی روٹی پکا رہی ہو" (ترمذی)

شوہر کی خاطر بناؤ سنگار

آرائش، زیب و زینت اور بناؤ سنگار کرنا ویسے تو عورت کی فطرت ہے، مگر شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا بیوی پر فرض ہے۔ پیچھے حدیث گزر چکی ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف بیان فرمائی، اس میں یہ بھی ارشاد ہے "التی تسرہ اذا نظر الیھا" (مشکوٰۃ) شوہر کی نگاہ جب بیوی پر پڑے تو وہ اس کو خوش کر دے۔ گویا عورت کی زیبائش

کا اصل محل اور مقام صرف اور صرف اس کا شوہر ہی ہے۔

جب شوہر گھر میں داخل ہو تو بن سنور کر صاف ستھرے لباس میں مرد کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے، کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں ایسی عظیم الشان قوت رکھی ہے کہ مرد سارا دن کام کاج کر کے تھکا ماندہ گھر آئے تو بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر اس کی ساری تھکاوٹ دُور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شوہر کی خاطر گھر، بستر، دوسرا سامان صاف ستھرا رکھے ورنہ اس کی نظروں سے گر جائے گی۔ ایک اور بات کہ اگر بیوی صفائی اور آرائش و زیبائش کا خیال نہ رکھے تو مرد پر اس کے منفی اثرات پڑنے لازمی ہیں، کیونکہ باہر مردوں کی نگاہیں ہر آن سجی بنی عورتوں پر پڑتی رہتی ہیں، اگر انہیں وہ چیز گھر میں میسّر نہ ہو تو خواہ مخواہ غیر عورتوں کی طرف مائل ہوں گے۔ اس لحاظ سے بیویوں کی کوتاہی اور خامی نے انہیں غلط راہ اختیار کرنے پر مجبور کیا۔

شوہر کی خدمت اور امورِ خانہ داری

شوہر کی دل سے قدر کرنا اور اس کا شکر گزار ہونا چاہیے[1] اسے شوہر کی خدمت کر کے خوش ہونا چاہیے، خود تکلیف اٹھا کر اسے آرام پہنچائے۔ بیوی چاہے بڑے گھر کی چشم و چراغ ہو، اپنے شوہر کی خدمت اور اپنے بچوں کے کام اپنے ہاتھ ہی سے کرے۔ اگرچہ شوہر مالدار ہو تو وہ ملازموں سے بھی کام لے سکتی ہے، مگر جو خوشی مرد کو عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا کر ہوتی ہے وہ بات ملازموں میں کہاں؟ اپنے گھر میں کام کاج کرنا فخر کا باعث ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ اپنے گھر کا سارا کام کاج خود کیا کرتی تھیں۔ آٹا گوندھتیں، روٹی پکاتیں، چکّی پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں چلاتے چلاتے گٹے پڑ گئے تھے۔ باقی رہ گئی بچوں کی بات، تو جو تربیت بچوں کی ماں کر سکتی ہے، آیا اور ملازموں میں وہ بات کہاں؟

مال کی حفاظت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے قریش کی عورتوں کی بہت تعریف فرمائی کہ وہ اپنے بچوں کے لیے بڑی مہربان اور اپنے شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ (بخاری)

---

[1] اللہ قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو شوہر کی ناشکر گزار ہو، حالانکہ وہ کسی وقت بھی شوہر سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ (نسائی)

اپنے شوہر کے گھر کی مکمل طور پر حفاظت کرے۔ اس کی خون پسینہ ایک کر کے کمائی ہوئی دولت کو خواہ مخواہ فضول خرچی اور اسراف کی نذر نہ کرے۔ نت نئے فیشنوں اور کپڑے زیور پر ہی مال ضائع نہ کرتی پھرے ——— یا اس کی اجازت کے بغیر اس کی ساری آمدنی خیرات نہ کر دے۔ یا اپنے رشتہ داروں پر اس کی اجازت کے بغیر صرف نہ کر دے۔ اپنے رسوم و رواج پر نہ اڑا دے، بلکہ اس کی رضا کے مطابق اور اس کی اجازت سے اس کا مال خرچ کرے۔ آمدنی سے کفایت شعاری سے اپنی گزر اوقات کرے۔ آمدنی تھوڑی ہونے کا گلا شکوہ کرنا بھی غیر مناسب ہے۔ حلال طریقے سے کمائی ہوئی تھوڑی آمدن پر بھی قانع رہنا چاہیے۔ اگر اس نے تنگی، عسرت کی مرد سے شکایت کی تو گویا اسے بالواسطہ طور پر حرام خوری، رشوت خوری اور غبن کی تعلیم دے رہی ہے۔ اور اگر مرد غلط راہ پر پڑ گیا تو چونکہ یہ عورت کے غلط مطالبہ کا ردِ عمل ہے، لہٰذا عورت بھی گناہ میں برابر کی شریک ٹھہرے گی۔

اپنے ناموس کی حفاظت

اپنے ناموس اور عفت وعصمت کی پاسبان رہے۔ کسی وقت بھی غلط راہ اختیار کر کے مرد کی خیانت نہ کرے۔ دیدہ زیب اور نیم عریاں قسم کے لباس، نت نئے فیشن اور بالوں کے نئے نئے سٹائل بنا کر سڑکوں، شاہراہوں پر بے حجابانہ گھومنا پھرنا، مخلوط محفلوں میں اپنے حسن کی نمائش کرنا مسلمان عورت کو قطعاً زیب نہیں دیتا۔ قرآنِ پاک کے حکم "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" (احزاب ۳۳) (اپنے گھروں میں وقار سے جمی رہو) کے مطابق وقار اور تمکنت سے اپنے گھر میں رہے اور گھریلو امور کی نگہبانی کرتی رہے۔ اگر کہیں جانا بھی پڑے تو شوہر کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔ اور بہتر یہی ہے کہ اپنے محرم کے ساتھ جائے۔ اس کا شوہر اسے جن لوگوں سے میل جول رکھنے سے منع کرتا ہے، ان سے باز رہے اور خواہ مخواہ شوہر کے دل میں کسی قسم کا میل نہ آنے دے ورنہ گھر جہنم کا نمونہ بن جائے گا۔ لہٰذا پردہ کی نگرانی اور اپنے ستر کی حفاظت لازمی ہے۔

ازواجِ مطہراتؓ کی آنحضورؐ سے محبت

اسلام کے معاشرتی قوانین کا یہ فیض ہے کہ زوجین میں بے حد محبت ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے پر جان دیتے ہیں۔ بطور بیوی کے حضرت خدیجہؓ کا کردار سب خواتین کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ جنہوں نے نہ صرف قبولِ اسلام میں سبقت کی، بلکہ بارِ نبوت

کو اٹھاتے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کانپتے دل کو تسلی دی، ان کی ڈھارس بندھائی۔

پھر اپنا دل ودماغ، اپنے غور وفکر کی پوری قوت، اپنی ہمدردیاں و جاں نثاریاں سب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات پر نچھاور کر دیں۔ تمام امہات المومنین اور تمام صحابیات راہِ حق میں اپنے مردوں کی ڈھارس بندھانے والی، امورِ خیر میں ان سے تعاون کرنے والی، گھریلو پریشانیوں سے ان کو نجات دلا کر فریضۂ اقامتِ دین کے لیے ان کو زیادہ سے زیادہ وقت اور سکون و اطمینان مہیا کرنے والی، ان کو حرام سے بچا کر حلال کمائی پر قناعت کرنے والی، ہر تنگی ترشی میں انہیں اپنی غمگساری ہمدردی اور تعاون کا یقین دلانے والی اور پورے خلوص و جانثاری سے اُن کی اطاعت اور خدمت بجالانے والی تھیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ذکر ہو یا حضرت فاطمہؓ سیدۃ النساء کا حضرت زینبؓ بنتِ محمدؐ کا ذکر ہو یا حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کا یا حضرت عثمانؓ بن عفان کی بیوی نائلہؓ بنتِ عامر کا۔ یہ سب اپنے شوہروں کی خوشنودی پر جان دیتی تھیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بغیر محبت اور اطاعت کے رشتہ نکاح ایک جسدِ بے روح ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ روئے زمین پر مسلمانوں نے جتنے بھی کارنامے انجام دیئے ان میں بیویوں کی ترغیب و تحریص کو بہت دخل ہوتا تھا۔

افسوس! آج عورتیں مردوں پر اثر انداز ہونے کی اپنی قوت کو فضول رسموں کی پابندی یا اپنی اور گھریلو آرائش اور مادی تعیشات کے حصول کی نذر کر دیتی ہیں، کاش وہ سمجھیں کہ وہ مرد کی ذراسی اطاعت کر کے ان پر کتنا اثر انداز ہو سکتی ہیں، اور ان کو آج بھی کس طرح ترغیب سے اسلام کے زندہ نمونے اور اسلاف کے صحیح جانشین بنا سکتی ہیں۔ گزشتہ زمانے میں بھی عورتوں کی مجاہدانہ کوششوں سے اسلام روئے زمین پر چھا گیا تھا، اور آج پھر عورتیں اپنی ذمہ داری کا احساس کریں اور اپنے مردوں کو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے تیار کریں تو اسلام ایک غالب قوت بن سکتا ہے۔

چند دیگر مباحث

بالغ ہونے پر بچوں کا نکاح کر دینا چاہیے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من وُلِدَ لهٗ ولدٌ فليحسن اسمه وادبهٗ فاذا بلغ فليزوّجه فان بلغ ولم يزوّجه فاصاب اثماً فانّما اثمهٗ علىٰ ابيه ۔"

(رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کا اچھا سا نام رکھے اور اُسے تہذیب سکھائے پھر بالغ ہونے پر اس کا نکاح کر دے۔ اگر بالغ ہونے کے بعد نکاح نہیں کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔"

یہ بہت بڑی وعید ہے جس پر والدین کو توجہ دینی چاہیے۔ ہمارے ہاں تو والدین اور اولاد دونوں معاشرے کے رسم ورواج اور مالی سٹیٹس کی خاطر بیٹھے رہتے ہیں کہ کب اتنا جہیز اکٹھا ہو جائے، اتنا سونا جمع کر لیں، جوڑے اور سامانِ تعیش مہیا کر لیں، تب جا کر شادی کریں گے۔ جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ اس کے بالکل برعکس رہا ہے۔ انہوں نے دنیاوی معیار بنانے کی خاطر اپنے بچوں کی شادیاں بالکل لیٹ نہیں کیں۔ نہ تو جہیز کا اہتمام ہوتا تھا، نہ بینڈ باجے، سہرے، ڈھول تماشے اور ڈولی یا کار کا التزام! حتیٰ کہ بارات کا بھی کوئی طے شدہ پروگرام نہ ہوتا تھا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق حضرت عائشہؓ کو ان کی والدہ نے ایک دن اچانک ہی انصاری خواتین کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے آپؓ کو صاف ستھرا بنا دیا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت تشریف لائے اور ان عورتوں نے حضرت عائشہؓ کو آنحضورؐ کے سپرد کر دیا۔

تو بتایئے یہاں کس جہیز یا بَری کا اہتمام ہوا، سہرا بندی اور منہ دکھائی کی رسم کہاں ادا ہوئی؟ اتنی سادگی سے شادی ہو گئی کہ بارات کا اہتمام بھی نہ تھا کہ دور ونزدیک کے تمام رشتہ دار اور اعزہ واحباب اکٹھے ہوں ۔۔ کئی صحابہ کرامؓ کی شادی اس خاموشی سے ہو جاتی کہ بسا اوقات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بعد میں پتہ چلتا۔

کون سا نکاح بابرکت ہے؟

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"انّ اعظم النّكاح بركةً ايسره مؤنةً۔" (بیہقی، شعب الایمان)

"جس نکاح میں کم ترین خرچ ہے، وہ برکت میں سب سے بڑھ کر ہے۔"

بہنیں غور فرمائیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ خیر وبرکت اسی شادی میں

ہے جس میں کم خرچ ہو اور سادگی سے انجام پا جائے۔ اور جتنا جتنا خرچ بڑھتا جائے گا اتنی برکت کم ہوتی جائے گی۔

پھر ہماری یہ کیا منطق ہے کہ ہمارے ہاں رشتہ طے کرنے سے لے کر نکاح، روانگی، جہیز وغیرہ میں اس قدر بے جا، فضول اور غیر اسلامی رسموں کی بھرمار ہوتی ہے کہ شادی کے اصل خرچ سے کئی گُنا ان رسومات پر اٹھ جاتا ہے۔ انہی رسومات کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی دونوں کی شادی کا کام بہت مشکل ہو گیا ہے۔ والدین بچوں کی شادی کے لیے ساری عمر پیسہ جمع کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ لڑکے اور لڑکیاں تعلیم اور پھر ملازمت کے ایک طویل عمل سے گزر کر معاشرہ کے مطلوبہ معیار کے بعد شادی کے قابل ہوتے ہیں تو دوسری طرف عمر کے لحاظ سے شادی کی اصل عمر سے آگے نکل چکے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس سٹیج پر آ کر شادی کو ویسے ہی فضول اور بیکار سمجھنے لگتے ہیں۔ پھر اگر شادی ہو بھی جائے تو جس طرح اوائلِ بلوغت میں شادی سے باہمی انس و مؤدّت پیدا ہوتی ہے، اس عمر میں وہ مفقود ہوتی ہے، لہٰذا ان کے تعلقات میں خوشگواری عموماً پیدا نہیں ہو پاتی۔ گھر میں باہمی تعلقات بگڑنے کی ایک یہ بھی اہم وجہ ہے جس کی طرف عموماً توجہ نہیں دی جاتی یا پھر ویسے ہی اس کی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔

جہیز کا مسئلہ برصغیر پاک و ہند میں جہیز بھی بڑے بڑے معاشرتی مسائل میں سے ایک ہے۔ بہت سے والدین اس وجہ سے پریشان رہتے ہیں کہ وہ لڑکے والوں کے مطلوبہ جہیز کی لسٹ پوری نہیں کر سکتے۔ بہت سی لڑکیاں اسی انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں، مگر اس کے باوجود لمبے چوڑے جہیز دینے کی لعنت مزید ترقی کرتی چلی جاتی ہے، اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے اس کا جائزہ لینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جہیز کے حق میں دلائل دینے والے عموماً یہ دلیل لاتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو حضرت فاطمۃ الزہرا کو جہیز دیا تھا، گو وہ مختصر تھا۔

اصل میں حضرت فاطمۃ الزہرا کا مسئلہ الگ ہے۔ حضرت علیؓ سے ان کا نکاح ہوا، یہ حضرت علیؓ کی ذمہ داری تھی کہ وہ گھر کا بندوبست کرتے اور گھر کا سازوسامان بناتے۔ مگر یہاں مسئلہ یہ تھا کہ حضرت علیؓ بھی تو آپؐ کے زیرِ کفالت تھے، اور اُن کی طرف سے بھی نکاح کا پورا بندوبست آپؐ ہی نے کرنا تھا۔ لہٰذا حضرت فاطمہؓ کو رخصت کرتے وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لیے گھر کا بندوبست بھی فرمایا اور کچھ ضروری

سازو سامان بھی دیا۔

حضرت خدیجہؓ نے بھی حضرت زینبؓ کی شادی پر اُن کو ایک طلائی ہار پہنایا تھا۔ اور وہی ہار انہوں نے اپنے شوہر ابو العاصؓ کی رہائی کے لیے جنگِ بدر کے بعد بطورِ فدیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر لڑکی کے وارث رخصتی کے موقع پر اس کے لیے زیور یا کپڑے تیار کرتے ہیں تو یہ اُن کا ذاتی فعل ہے اور اس کی حیثیت ایک تحفہ کی سی ہے۔ یہ اپنی بیٹی کے ساتھ شدید جذباتی وابستگی کا ایک اظہار ہوتا ہے۔ بیٹی یہ چیزیں ماں باپ کی یادگار کے طور پر اپنے پاس رکھتی ہے۔ گویا یہ دونوں کی طرف سے ایک جذباتی معاملہ ہوتا ہے جس کو میسّر ہو دے دیتا ہے، جس کو نہ میسّر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

مگر ہمارے ہاں خواہ مخواہ اس کو بڑھا چڑھا لیا گیا ہے۔ نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جتنا جہیز زیادہ ہوگا اُتنی شادی میں برکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ یوں ہوتا ہے کہ زیادہ جہیز والی لڑکیاں اپنی جہیز کی اکڑفوں میں رہتی ہیں اور عملاً سُسرال کو مرعوب رکھنا چاہتی ہیں جس کا نتیجہ ناخوشگواری کی شکل میں نکلتا ہے۔ جو لوگ لمبے چوڑے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں، انہیں بھی ہوش کے ناخن لینے چاہییں۔ اول تو جس نے جگر کا ٹکڑا آپ کو دے دیا اُس کی شکر گزاری کے بجائے مزید اس سے مال اور سازو سامان کیوں مانگتے ہو؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ لڑکے میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ اپنا گھر اور سازو سامان بنا سکے۔ یہ تو اس کی نالائقی اور نااہلیت کی دلیل ہوئی۔

ہندوؤں میں عورت کے متعلق حقارت انگیز رویہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہاں لڑکی کثیر جہیز کے بغیر نہیں بیاہی جا سکتی۔ وہ چونکہ وراثت سے تو محروم ہے، اس لیے جہیز ہی کو وہاں وراثت کا نعم البدل سمجھ لیا جاتا ہے۔ وہاں تو زیادہ جہیز نہ لانے والی لڑکیوں پر تشدد کیا جاتا ہے، مارا پیٹا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات محض اسی "کوتاہی" کی بنا پر اس کو جلا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ نوائے وقت مورخہ ۳ر اگست ۱۹۹۱ء کی خبر کے مطابق ہندوستان میں گزشتہ تین سال میں گیارہ ہزار لڑکیاں محض تھوڑا جہیز لانے کی بنا پر قتل کر دی گئیں، خودکشی کر لی یا جلا دی گئیں۔ ان کی دیکھا دیکھی یہاں پاکستان میں بعض لوگ جہیز دینے میں بڑا مبالغہ کرنے لگے ہیں۔ وہ بھی اس کو لڑکیوں کی وراثت کا نعم البدل سمجھنے لگے ہیں، جبکہ یہ بالکل غیر اسلامی طرز